رنگِ خیال

تحقیق و تدقیق جہاں علمی دنیا کے انکشافات کا کام ہے۔ وہیں دنیائے علم و دانش کی آبرو بھی ہے۔ کسی سبجیکٹ یا سائنس کی ضرورت، اہمیت اور دیگر پہلوؤں پر اس کی فضیلت و عظمت کا اندازہ اس سبجیکٹ کی تحقیقات سے ہی ہوتا ہے۔ جس مضمون میں تحقیقات زیادہ ہوں گی۔ وہ اتنا ہی ترقی یافتہ ہوگا۔ اسلام کے سبجیکٹ میں بھی یہی اصول کام کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر ''تحقیقِ عمل'' واجب کر دیا ہے۔

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا۔ (الحجرات/٦)

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق اہم خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرو۔

یہاں جس امر کی تحقیق مطلوب ہے وہ راوی نہیں، روایت ہے۔ اس لئے کہ راوی تو پہلے ہی مشخص ہو چکا کہ وہ فاسق ہے ہاں اگر راوی غیر مشخص ہوتا تو روایت کے ساتھ وہ بھی تحقیق کا موضوع ہوتا۔ علم حدیث کی جستجو اور تتبع میں اسی اصول نے کام کیا اور کھوٹا کھرا الگ کر دیا۔ تحقیق کا موضوع اگر روایات ہوں تو اس میں درایت کا اصول کام کرتا ہے۔ درایت وہ عقلی آلہ ہے، جس سے احوالِ واقعی تک پہنچا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ آلہ خود کو ''مطلق محض'' نہ سمجھے بلکہ تابع وحی ہو کر اپنی سرگرمی دکھائے۔ ایسے ہی آلہ کو عقلِ سلیم کہتے ہیں اور یہی وہ آلہ ہے جو شریعت کو مطلوب ہے۔ وحی خداوندی، دراصل عقلِ انسانی کو ایڈریس کرتی ہے۔ جو اس کے تابع ہو جائے وہ سلیم اور جو غیر تابع رہے وہ سقیم کہلاتی ہے۔

اسلامی علوم میں تحقیق کرنے والے دراصل عقلِ سلیم کے حامل ہوتے ہیں۔ پھر جس کی جتنی عقل ہے اتنی ہی اس کی استعداد۔ کیونکہ تحقیق کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ یہ عمل ایک الگ ذوق کا متقاضی ہے۔ بعض لوگ تحقیقی صلاحیتوں سے مالا مال تو ہوتے ہیں مگر حاملِ ذوق نہ ہونے کے سبب کوئی تحقیق نہیں کرتے۔

روایت پسندی اور درایت پسندی کی اصطلاحیں اسی فرق کی آئینہ دار ہیں۔ بزرگوں سے جو کچھ ملے اسے بلا کم و کاست آگے منتقل کرنا روایت پسندی کی مثال ہے اور بزرگوں سے منتقل شدہ سرمائے پر نظر ثانی کرنا اور دوران نظر ثانی کسی اہم دریافت یا انکشاف کی نشاندہی کرنا درایت پسندی کی مثال ہے۔ اور یہ دونوں طریقے امت میں شروع سے رائج ہیں۔ اسلاف نے اپنے اخلاف کو روایت بھی دی اور درایت بھی۔ مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ یہ دونوں ''اصول'' کسی نئی اصطلاح کے ساتھ ایک دوسرے کے مدِ مقابل کھڑے کر دیئے گئے ہیں اور ان ہر دو طریق کے حاملین نے ایک دوسرے پر سب و شتم بھی کیا ہے۔ یہ وہ المیہ بلکہ

تاریخی المیہ ہے کہ جس نے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔

اسلامی علوم کی ترقی، تحقیق و تدقیق کی مرہونِ منت ہے۔ ہر دور کے علومِ حالیہ کو پروان چڑھانے اور علومِ مستقبلیہ کو روشناس کرانے کا سہرا محققین کے سر جاتا ہے۔ وہ معاشرہ خوش نصیب ہوتا ہے جہاں محققین پیدا ہوتے ہیں اور وہ قوم حرماں نصیب ہوتی ہے۔ جہاں محققین کی ناقدری بلکہ ان کی تضحیک و تکفیر کو ''سماجی قدر'' بنا دیا جاتا ہے (الا ماشاء اللہ) افسوس کہ میں خود ایسے ہی سماج کا باسی ہوں اور درایت پسندی کے سبب نشانۂ ملامت اور ہدفِ تنقید بنا رہتا ہوں اور بارِ تہمت الگ اٹھاتا ہوں۔ اس سے آپ میرے سماج کا بانجھ پن اور میرے عقلی کرب کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ رئیس امروہوی نے کیا خوب کہا ہے۔

شاید اُسے عشق بھی نہ سمجھے

جس کرب میں عقل مبتلا ہے

مگر اس سب کے باوجود میں مایوس نہیں ہوں۔ میری رجائیت مجھے یاسیت سے روکتی ہے۔ بطور پروفیسر و محقق میں نئی نسل کو بتاتا رہتا ہوں کہ مسلمانوں میں تحقیق و انفراد اور خصوص و امتیاز کے پہلو سے کیا کیا کام ہوا ہے۔ اور وہی کام اُن کی شناخت بنتا ہے۔ معلوم رہے کہ روایت پسند اور درایت پسند دونوں ہی ملتِ اسلامیہ کا اٹوٹ انگ ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں طبقے ہمارے معاشرے کی یکساں ضرورت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار دراصل دوسرے کا انکار ہے اس لئے دونوں طبقوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کو دل سے تسلیم کریں اور امتِ مسلمہ کے مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھیں اسی میں ہم سب کی بقا ہے۔

قارئین التفسیر کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ان کا وہ مجلہ جو جنوری ۲۰۰۵ء سے ''بے سروسامانی'' کے عالم میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا تھا۔ اب وہ ''باسروسامان'' ہو گیا ہے یعنی ہائیر ایجوکیشن کمیشن (اسلام آباد) سے منظور ہو گیا ہے اس کامیابی پر میں اپنی ادارتی و مشاورتی و مساعدتی ٹیم اور قارئین التفسیر کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان سب کے حق میں خدا سے دعائے خیر کرتا ہوں۔ یقیناً وہی بہتر بدلہ اور صلہ دینے والا ہے۔

محترم قارئین نوٹ فرمالیں کہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی ہدایت کے مطابق التفسیر بجائے سہ ماہی کے اب ششماہی ہوا کرے گا۔ اور یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ اس کا اگلا شمارہ ''تفردات (جنوری تا جون) نمبر'' ہوگا۔ اس نمبر میں متعدد علمی و فکری شخصیات کے خصوص و امتیازات، تحقیقات و تفردات پر مقالات و مضامین پیش کئے جائیں گے۔ تاہنوز جن شخصیات پر مضامین موصول ہوئے ہیں ان میں ڈاکٹر اسرار احمد کی امتیازی آراء، مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی، جاوید احمد غامدی کے تفردات، علامہ حبیب الرحمان کاندھلوی کے تحقیقات، مفتی رشید احمد صاحب کے بعض فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ، مولانا وحید الدین خان، منفرد افکار و خیالات، تفردات مولانا احمد رضا، شاہ ولی اللہ دہلوی کے تفردات۔ امتیازات اور اجتہادات، حجۃ الاسلام سید علی شرف الدین موسوی، تفردات سید ابوالاعلیٰ مودودی، مفتی تقی عثمانی کے تفردات اور تفردات مفتی نور اللہ بصیر پوری شامل ہیں۔